اسلام میں رواداری

ابو المحسن محمد شرف الدین

(مترجم : انوار صولت ۔)

بہت سے غیر مسلم دانشوروں نے اس رائے کا اکثر اظہار کیا ھے ، کہ اسلام، رواداری کی بنیاد پر، اتحاد انسانی کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہونے کی بجائے ،انسانی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا باعث ہوا ھے(۱) غالباً اس کی وجہ یہ ھے کہ اسلام آیا تو اس نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ۔ وہ ایک مرعوب کن فاتح طاقت کی حیثیت سے ابھرا ۔ مفتوحہ علاقوں کے لوگوں نے بسرعت اسلام قبول کیا ۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ۔ اس کی تائید میں، غزوات پر مشتمل، قرآن کی ان چند آیات کا سہارا لیا جاتا ھے جن میں اہل ایمان کو مخاطب کرکے کہا گیا ھے :

فاقتلو المشرکین حیث وجد تموھم و خذوھم واحصروھم ۔ (۹ : ۵) ۔
(مشرکوں کو جہاں پاؤ، قتل کردو، پکڑلو اور گھیر لو) ۔

یا پھر ان آیات کا حوالہ دیا جاتا ھے جن میں مرتدوں کو ان انتہائی نتائج سے خبردار کیا گیا ھے، جو مرتد ہوجانے کی صورت میں ان کو دنیا و آخرت میں بھگتنے ہونگے ۔

اس پس منظر میں ہمیں ''اسلام میں رواداری،، کا جائزہ لینا ھے ۔ نیز ہمیں یہ دیکھنا ھے کہ رواداری کسے کہتے ہیں اور اسلام غیر مسلموں سے برتاؤ میں کس حد تک روادار ھے ۔

---

۱ ۔ مجید خدوری، اسلامی قوانین میں صلح و جنگ کا مفہوم (War & Peace in the Law of Islam) واشنگٹن ڈی ۔ سی ۔ ۱۹۶۰ ص ۱۷، ۶۳ ۔ ۶۴ ۔

رواداری کے معنی :

لفظ ''رواداری،، کا مطلب وہ طرز عمل ہے جس میں مصائب برداشت کئے جائیں اور مصائب برداشت کرنے میں صبر و تحمل سے کام لیا جائے(۲) یا دوسروں کی رائے سن کر اور افعال کو دیکھ کر بردباری کا رویہ اختیار کیا جائے اگرچہ اس کے ایک معنی منع و جبر سے اجتناب بھی ہیں لیکن اس سے مراد عموماً ایسی حالت ہوتی ہے ۔ جس میں (دی گئی) آزادی کو محدود بھی کردیا جاتا ہے اور مشروط بھی ۔

پس اسلام میں رواداری کے یہ معنی ہوئے کہ اسلامی مملکت کے زیر سایہ آباد غیر مسلم اگر اپنے پرسنل لا کے مطابق زندگی بسر کرنا اور اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہیں تو انہیں اس کی پوری آزادی ہے آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی راہ میں سد راہ بننے، اس کے اصولوں کو پامال کرنے، امن عامہ میں خلل ڈالنے اور تحفظ معاشرہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے بلکہ ایسا کرنے پر ان سے مراعات واپس بھی لی جاسکتی ہیں ۔

اہل مکہ، جو مشرک تھے، اور اخلاقی پستی کا شکار تھے، پہلی مرتبہ اسلامی تعلیم سے روشناس ہوئے ۔ ابتدائی مکی سورتوں میں، اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور بندوں پر اس کی بے پایاں نعمتوں کا خصوصی ذکر ہے اسی طرح ان سورتوں میں کل کائنات پر اس کے فضل عمومی کا بیان ملتا ہے ان آیات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب آپ عام تبلیغ کے لئے باہر تشریف لے جائیں اور لوگوں کو (اعمال کے نتائج سے) خبردار فرمائیں ۔ اور پوری سرگرمی سے دعوت اسلام دیں ۔

۲۔ مختصر آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (The shoter oxford English Dectionary) تیسرا ایڈیشن، آکسفورڈ ۱۹۵۹، ۱۱ : ۲۲۰۶، ''رواداری Toleration،، ۔

قم فانذر و ربك فکبر (۷۴ : ۲ ـ ۳) (اٹھیے، ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے)۔

تبلیغ میں رواداری :

جب تبلیغ عام کا حکم ہوا تو شروع میں صرف چند سماجی، اخلاقی اور بنیادی اصولوں کی آیات کا نزول ہوا جن میں وضاحت کے ساتھ مومنوں کو، مشرکوں کے معبودوں کو، برابھلا کہنے سے منع کیا گیا۔ حالانکہ اسلام میں کسی اور کو اللہ کا شریک گرداننے کی سختی کے ساتھ مذمت کی گئی ہے۔

ان اللہ لایغفر ان یشرك به و یغفر مادون ذلك لمن یشاء (۴ : ۱۱٦) (خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

تبلیغی مقاصد کے لئے ہر قسم کے دباؤ یا طاقت کے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے نبی اکرم کو دین کی تبلیغ کے لئے وعظ و نصیحت کے طریقے کو اپنانے کی ہدایت ہوئی۔ آپ کو حکم ملا کہ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اپیل فرمایا کریں۔ مسلمانوں کو دوسروں کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع فرما دیا گیا۔

ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدواً بغیر علم ۔ (٦ : ۱۰۸)۔ (اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو، بے ادبی سے، بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔)

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة و جا دلھم بالتی ھی احسن ۔ (۱٦ : ۱۲۵) (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پرور دگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ھی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو)

ولو شاء ربك لآمن فی الارض کلهم جمیعا ۔ افانت تکره الناس حتی یکونوا مؤمنین ۔ (۱۰ : ۹۹) (اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا ۔ تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے ۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہوجائیں) ۔

نحن اعلم بما یقولون وما انت علیهم بجبار ۔ فذکر بالقرآن من یخاف وعید ۔ (۵۰ : ۴۵) (ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو پس جو (ہمارے عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو) ۔

فذکر ۔ انما انت مذکر ۔ لست علیهم بمصیطر (۸۸ : ۲۱ - ۲۲) (تو تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو ۔ تم ان پر داروغه نہیں ہو) ۔

قرآن میں رواداری کا مفہوم :

قرآن تمام مذاہب کے بنیادی حق کو تسلیم کرتا ہے ۔ اور مذہبی معاملات میں وضاحت کے ساتھ جبر کی نفی کرتا ہے ۔ قرآن اس کی بھی تلقین کرتا ہے کہ ہر انسان یہ فیصلہ کرنے میں مختار ہے کہ وہ ایک مذہب کو تسلیم کرے یا دوسرے کو، خواہ ایک راستہ اختیار کرے یا دوسرا ۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر وہ حق تسلیم کرتا ہے تو اسکا اپنا مفاد ہے ۔ اگر وہ غلطی پر بضد ہے تو دوسروں پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ۔ نوع انسانی، رسم و رواج، خون کے رشتوں، عقائد اور طریقہ ہائے عبادت کی وجہ سے تقسیم ہوکر رہ گئی ہے جب یہ فیصلہ خود انسان پر چھوڑ دیا گیا ہے تو اب اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر صراط مستقیم پر گامزن ہو پس ثابت ہوا کہ اسلام میں جبر کی اجازت نہیں ہے ۔

لااکراه فی الدین (۲ : ۲۵۶) (دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے) ۔

انا ھدینہ السبیل اما شاکراً واما کفورا۔ (۷٦ : ۳)۔ (اور) اسے رستہ بھی دکھا دیا ۔ (اب وہ) خواہ شکر گذار ہو خواہ ناشکرا) ۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیئو من ومن شاء فلیکفر۔ (اور کہہ دو کہ (لوگو) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ھے۔ تو جو چاھے ایمان لائے اور جو چاھے کافر رھے ۔

قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ ۔ (٦ : ۱۰۴) (اے محمد ان سے کہہ دو کہ تمہارے (پاس) پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ھیں ۔ تو جس نے (اپنی آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا۔ اور جو اندھا بنا رھا اس نے اپنے حق میں برا کیا اور میں تمھارا نگہبان نہیں ھوں) ۔

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ۔ ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلو کم فی ما آتکم فا ستبقوا الخیرات ۔ (۵ : ۴۸) (ھم نے تم میں سے ھر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ھے ۔ اور اگر خدا چاھتا تو تم سب کو ایک ھی شریعت پر کردیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دئے ھیں ان میں وہ تماری آزمائش کرنا چاھتا ھے ۔ سو نیک کاموں میں جلدی کرو)

قل یا ایھا الکفرون ۔ لا اعبد ماتعبدون ۔ ولا انتم عبدون ما اعبد ۔ ولا انا عابد ما عبد تم ولا انتم عبدون ما اعبد ۔ لکم دینکم ولی دین ۔ (۱۰۹ : ۱ - ٦) (اے پیغمبر (ان منکرین اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو ۔ جن بتوں کو تم پوجتے ھو ان کو میں نہیں پوجتا ۔ اور جس خدا کی میں عبادت کرتا ھوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور میں پھر کہتا ھوں کہ جن کی تم پرستش کرتے ھو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ھوتے) ھو۔ جس کی میں بندگی کرتا ھوں ۔ تم اپنے دین پر، میں اپنے دین پر ۔

اسلام اور دوسرے مذاہب:

قرآن کریم کلام الہی ہے۔ اور رواداری کے معاملے میں وسیع النظری کا پاس رکھتا ہے۔ وہ ادیان سماوی کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتا۔ قرآن کا دعوی ہے کہ دین حق اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اقوام عالم کے سابق پیغمبروں پر نازل ہونے والی وحی کی روح بنیادی طور پر ایک ہے۔ ان ادیان کی تعلیمات کے متعلق قرآن کا زاویہ نگاہ کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ تاریخ مذاہب عالم میں قرآن ہی وہ پہلی کتاب ہے جو دیگر ادیان کی کتب آسمانی کو برحق سمجھنے کو جزو ایمان قرار دیتی ہے۔ قرآن کی رو سے جو خدائے واحد پر ایمان لائے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی اخلاقی زندگی بسر کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ترین بندہ ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی دین سے ہو۔

ان الذین آمنوا والذین ھادوا و النصاری و الصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر و عمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۲ : ۶۲)۔ (جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا۔ تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا۔ اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا۔ نہ وہ غمناک ہوں گے)۔

ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلواۃ و مما رزقنھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیك و ما انزل من قبلك و بالآخرۃ ھم یوقنون (۲ : ۲ - ۴)۔ (یہ کلام الہی ہے خدا سے) ڈرانے والوں کا رہنما ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور (آداب کے ساتھ) نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان

کو عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب (اے محمد) تم پر نازل ہوئی۔ اور جو کتابیں تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں ۔

قل یا اهل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیاولایتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله ۔ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ۔ (۳ : ۶۴) ۔ (کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم) کی گئی ہے ۔ اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں ۔ تو (ان سے) کہہ دو۔ کہ تم گواہ رہو کہ ہم (خدا کے) فرمانبردار ہیں) ۔

قولوا آمنا بالله وما انزل الینا و ما انزل الی ابراهیم واسمعیل واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (۲ : ۱۳۶) ۔ (مسلمانو) کہو۔ کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری ۔ اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پرور دگار کی طرف سے ملیں ان پر (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں ۔

آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون ۔ کل آمن بالله و ملائکته و کتبه ورسله لانفرق بین احد من رسله ۔ (۲ : ۲۸۵) رسول، اس کتاب پر، جو ان کے پرور دگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور سب

مومن بھی خدا پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ھیں - اور کہتے ھیں - کہ ھم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے -

اسلام اور جنگ و جدل :

مندرجہ بالا تمام آیات کو ملا کر پڑھا جائے - تو معلوم ھوگا کہ یہ سوچنا بھی بعید از انصاف ھے کہ نبی اکرمؐ نے دوسرے مذاھب کے پیروکاروں کو بنوک شمشیر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا ھوگا - دس سال سے زائد مدت تک آپ یہی کوشش فرماتے رھے کہ عرب قبائل رواداری کی بنیاد پر مسلمانوں کو امن کے ساتھ اپنے دین پر چلنے دیں لیکن گمراہ عربوں نے مسلمانوں پر ھر قسم کا جبر و تشدد روا رکھا - خود نبی اکرم کی شمع حیات گل کرنے کی سازش کی گئی - اور مسلمانوں کو ھر طرح اپنے مذھبی فرائض ادا کرنے سے روکا گیا - قرآن ان کے ظلم و جور کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ھے -

و اذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین - (۸ : ۳۰) - اور (اے محمد اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رھے تھے - کہ تم کو قید کردیں - یا جان سے مار دیں - یا وطن سے نکال دیں - تو (ادھر تو) وہ چال چل رھے تھے - اور (ادھر) خدا چال چل رھا تھا - اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ھے -

ارأیت الذی ینھیٰ - عبدا اذا صلیٰ - ارأیت ان کان علی الھدی - او امر بالتقویٰ (۹۶ : ۹ - ۱۲) بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ھے یعنی ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ھے بھلا دیکھو تو اگر یہ راہ‌راست پر ھو یا پرھیز گاری کا حکم کرے تو منع کرنا کیسا -

غرض مسلمانوں پر اس طرح سختی سے ظلم و تشدد روا رکھا گیا جس سے

مجبور ھو کر انھیں مدینے میں پناہ اپنی پڑی۔ جہاں وہ ھر طرح سے محفوظ تھے۔ ذیل کی آیات میں اس المناک صورت حال کی منظر کشی کی گئی ھے۔ جس میں مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف ھتھیار اٹھانے پڑے۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال والنساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریة الظالم اھلھا ج و اجعل لنا من لدنك ولیا و اجعل لنا من لدنك نصیرا۔ (۴ : ۷۵) (اور تم کو کیا ھوا ھے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر جنگ نہیں کرتے۔ جو دعائیں کیا کرتے ھیں کہ اے پرور دگار ھم کو اس شہر سے جس کے رھنے والے ظالم ھیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ھمارا حامی بنا۔ اور اپنی ھی طرف سے کسی کو ھمارا مددگار مقرر فرما)

اسلام جنگ برائے جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ نہ وہ شجاعت اور بہادری کا مظاھرہ کرنے کے لئے جنگ کا حامی ھے۔ اسلام میں جنگ صرف اس صورت میں جائز کی گئی ھے جب ظلم و تعدی کی روک تھام ناگزیر ھوجائے۔ کفار و مشرکین نے نہ صرف مسلمانوں پر حملہ کیا بلکہ انھوں نے مسلمانوں سے کئے گئے معاھدات، اور خود اپنے قول و فعل سے بھی انحراف کیا۔ وہ بار بار اپنی اسی روش کا اعادہ کرتے رھے۔ انجام کار مسلمانوں کے لئے ایسے پڑوسیوں پر بھروسا کرنا ناممکن ھوگیا قرآن صرف ایسی خطرناک اور نازک صورت حال میں ھی جنگ کی اجازت دیتا ھے مگر اس کے ساتھ ھی وہ یہ پابندی بھی عائد کر دیتا ھے۔ کہ دور ظلم ختم ھوتے ھی جنگ کو فوراً بند کردیا جائے۔ قرآن نے مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیا ھے۔ کہ وہ معاھدے کے پورے پابند رھیں۔ اور اگر دشمن امن کی پیشکش کرے تو وہ اسے قبول کرلیں اور آئندہ پر امن رھیں۔

براءة من الله و رسوله الی الذین اعهدتم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعة اشهر واعلموا انکم غیر معجزی الله و ان الله مخزی الکفرین ۔ (۹ : ۱ - ۲) اے (اهل اسلام اب) خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا ۔ علیحدگی اور جنگ کی تیاری ہے ۔ تو (مشرکو تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہ کر سکو گے ۔ اور یہ بھی کہ خدا کافروں کو رسوا کرنے والا ہے)

اس کے بعد قرآن ان لوگوں کے معاملے میں استثناء کا حکم دیتا ہے ۔ جو معاهدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے ۔ اور مسلمانوں سے کہا گیا ۔ کہ وہ بھی معاهدے کا احترام کریں ۔ اس کا تعلق اسلام کے اس ابتدائی دور سے ہے ۔ جب کفار سے جنگ اس لئے نہیں لڑی جاتی تھی ۔ کہ وہ کافر ہیں ۔ بلکہ اس لئے کہ انھوں نے اپنے معاهدات کی پابندی نہیں کی

الا الذین اعهدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیأ ولم یظاهروا علیکم احداً فاتموا الیهم عهدهم الی مدتهم ان الله یحب المتقین فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجد تموهم و خذوهم و احصروهم و اقعدوا لهم کل مرصد ۔ (۹ : ۴ - ۵) البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو ۔ اور انھوں نے تمھارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو ۔ اور نہ تمھارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ہو ۔ تو جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا ہو اسے پورا کرو (کہ) خدا پرهیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ۔ اور جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ، قتل کردو اور پکڑلو ۔ اور گھیر لو ۔ اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں رهو ۔

و ان جنحوا للسلم فاجنح لها و توکل علی الله انه هوا لسمیع العلیم (۸ : ۶۱) (اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف سائل ہوں ۔ تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ ۔ اور خدا پر بھروسہ رکھو ۔ کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے) ۔

یہی زاویہ نگاہ سورۂ توبہ (۹) کی آیات آٹھ، بارہ، تیرہ، ستائیس، ایک سو تئیس اور سورۃ انفال کی آیات ۳۸ - ۳۹ اور ۵۵ - ۵۶ میں پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول خدا اور خلفائے راشدین نے جنگ میں انھی اصولوں کو مدنظر رکھا۔

دوسرے مذاہب کے ساتھ خوشگوار تعلقات :

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستوں تک سے امن کے معاہدات کئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی معاہدات کئے۔ جنہوں نے آپ پر بارہا حملے کئے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو جلاوطن کیا۔ آپ کا قصور کیا تھا ؟ صرف یہی ' کہ آپ خدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے۔

قرآن مسلم اور غیر مسلم کے باھمی تعلقات کے بارے میں ایک بنیادی اصول پیش کرتا ہے۔ وہ جنگ کرنے والوں اور جنگ نہ کرنے والوں کے ساتھ برتاؤ میں فرق کرنے کی ھدایت کرتا ہے۔ قرآن نے یہ صاف وضاحت کردی ہے۔ کہ غیر مسلم کے ساتھ عداوت یا دوستی کی ممانعت کا حکم عارضی ہے اور مشروط ہے (یعنی جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ برسر جنگ رھیں۔ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ لیکن اس کے بعد قرآن مسلمانوں کو ان کے ساتھ اچھے اور مبنی برانصاف تعلقات رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدو کم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق یخرجون الرسول و ایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم و ان کنتم خرجتم جھاداً فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیھم بالمودۃ و انا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم و من یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل۔ (۶۰ : ۱)

(مومنو ! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکے سے) نکلے ھو۔ تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو

ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور وہ (دین) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے ۔ منکر ھیں ۔ اور اس باعث سے کہ تم اپنے پرور دگار خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ پیغمبر کو اور تم کو (وہ) جلاوطن کرتے ھیں ۔ تم ان کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو۔ وہ مجھے معلوم ہے ۔ اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستہ سے بھٹک گیا ہے)۔

عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منھم مودۃ واللہ قدیرواللہ غفور رحیم ۔ لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطو الیھم اناللہ یحب المقسطین۔ انما ینھکم اللہ عن الذین قتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم و ظھروا علی اخراجکم ان تولوھم و من یتولھم فاؤلئك ھم الظلمون ۔ (٦٠ : ٧ - ٩) - (عجب نہیں کہ خدا تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو دوستی پیدا کر دے ۔ اور خدا قادر اور بخشنے والا مہربان ہے ۔ جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ۔ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا ۔ خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ خدا انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے ۔ جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ۔ اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی اور جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وھی ظالم ھیں۔)

یایھاالذین امنوا کونوا قومین شھدآ بالقسط و لایجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا ۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوی ۔ (٥ : ٨) (اے ایمان والو ! خدا کے لئے انصاف کی گواھی دینے کے لئے کھڑے ھوجایا کرو۔ اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو۔ کہ یہی پرھیزگاری کی بات ہے)

اسلام اور ذمی :

کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ اسلام نے ایسی مفتوحہ قوموں کو بھی برابری کے حقوق دئے ہیں۔ جو اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن امن و سلامتی کے لئے مسلمانوں سے تعاون کرنے پر تیار تھے۔ اسلامی قوانین کی رو سے ایک مسلمان معاشرے میں جو اقلیت آباد ہوتی ہے اسے عربی میں ''ذمی،، کہا جاتا ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں ''تحفظ دیا گیا،،۔ اصطلاحاً اس سے مراد وہ غیر مسلم ہیں۔ جو کسی اسلامی ریاست میں آباد ہوں اور جن کی حفاظت کا ذمہ خود ریاست نے لیا ہو۔ اسلام میں اقلیتوں کے تصور کو ذہن نشین کرنے کے لئے ان حالات کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ جن میں رسول اکرم کی حیات طیبہ کے دوران ،اولین اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی ۔ مدینہ میں اس ریاست کا قیام، حضور اکرم کی مکہ سے ہجرت کے بعد، وقت کی ایک اہم ضرورت تھی تاکہ اسلامی نظام کا عملی نمونہ پیش کیا جاسکے۔ اسلامی ریاست کا مقصد ایک نئے معاشرے کا قیام تھا۔ جس میں قرآن کی اصلاحی روح کارفرما ہو یہ معاشرہ درحقیقت خدا کی وحدانیت اور انسانی اتحاد کے عقیدہ کی بنیاد پر قائم ہوا۔ جس میں سب کے لئے یکساں مواقع کی ضمانت دی گئی تھی۔ اگر اس کی مزید وضاحت درکار ہو۔ تو اس منشور کی متعلقہ دفعات کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو رسول اللہ نے مہاجرین و انصار کے لئے تیار کرایا۔ اور جس کی رو سے مدینہ کی اقلیتوں یعنی یہودی قبائل بنوعوف، بنوساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو النبیت، بنو اوس وغیرہ کو بھی بعض مراعات سے نوازا گیا تھا۔ اس معاہدے کی رو سے فریق ثانی نے مسلمانوں کی تابعداری، اعانت اور ان کے دوش بدوش لڑنے کا عہد کیا تھا(۴)۔ ومن تبعھم فلحق

---

۳ - اخلاقیات ومذہب کی انسائکلوپیڈیا (The Encyclopaedia of religion and Ethics) چوتھا ایڈیشن، نیویارک ۱۹۰۸ء، ۱۲ : ۳۶۰ ''رواداری "Toleration"

۴ - ''میثاق مدینہ،، کے متن کے لئے دیکھئے ابن ہشام : سیرت النبی، تحقیق از محمد محی الدین عبدالحمید قاہرہ ۱۳۵۶ھ ۱۱ : ۱۱۹ - ۱۲۳ -

بھم وجاھد معھم۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات کے بارے میں قرار پایا تھا کہ :

۱ - یہودی ، امت کا ہی ایک حصہ تصور کئے جائیں گے(۵) انھم امة واحدة من دون الناس اور دوسرے باشندوں سے ممتاز سمجھے جائیں گے

۲ - جو یہود مسلمانوں کے فرمانبردار رھیں گے۔ ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برابری کا سلوک کیا جائے گا۔ نہ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی نہ ان کے دشمنوں کی اعانت کی جائے گی(۶)۔ وانه من تبعنا من یھودا فان له النصر والاسوة غیر مظلومین ولا متناصر علیھم۔

۳ - بنو عوف کے یہودی اپنے مذھب پر قائم رھیں گے اور مسلمان اپنے مذھب پر(۷) ان کے موالی اور وہ خود(۸) وان یھود بنی عوف امة مع المومنین : للیھود دینھم موالیھم وانفسھم۔

۴ - جنگ کی صورت میں مسلمان اور یہود، جنگ کے اخراجات، مشترکہ طور پر برداشت کریں گے(۹) وان الیھود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین۔

۵ - فریقین (مسلمان اور یہود) جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے(۱۰) وان بینھم النصر علی من حارب اھل ھذہ الصحیفة۔

۶ - ھر دو فریق ایک دوسرے کی بات مانیں گے۔ باھم مشورہ کریں

---

۵ - ایضاً ص ۱۱۹ -

۶ - ایضاً ص ۱۲۱ -

۷ - یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے۔ کہ بنوعوف کو معاھدے میں الگ الگ بنوعوف کے مسلمان اور بنوعوف کے یہودی قبائل بنوساعدہ، بنوساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو النبیت اور بنو اوس کو بنو عوف کے برابر حقوق دئیے گئے تھے۔ (ابن ھشام، سیرت ۱۱ : ۱۲۲) -

۸ - ایضاً ص ۱۲۱ -

۹ - ایضاً ص ۱۲۲ -

۱۰ - ایضاً -

گے۔ نیکی پر قائم اور گناہ سے دور رهیں گے(۱۱) وان بینهم النصح و النصیحة والبر دون الاثم۔

۷۔ هر دو فریق میں سے کسی کو بھی اپنے اتحادیوں کی غلطیوں کا ذمہدار نہیں ٹھہرایا جائے گا اور هر دو فریق مظلوموں کی اعانت کریں گے(۱۲) وانه لم یاثم امرؤ بحلیفة وان النصر للمظلوم۔

۸۔ اهل قریش اور ان کے اتحادیوں کو پناہ نہیں دی جائے گی(۱۳) وانه لاتجار قریش ولا من نصرہ۔

۹۔ اگر یثرب پر کسی دشمن نے حمله کیا۔ تو فریقین کا فرض هوگا۔ که دشمن کے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کریں(۱۴) وان بینهم النصر علی من دهم یثرب۔

اس معاهدے کو اگر تنقیدی نظر سے پرکھا جائے۔ تو پته چلتا هے که که طاقتور یہودی قبائل بنو نضیر، بنو قریظه اور بنو قینقاع کو جن کے سرداروں کے متعلق ابن اسحاق نے لکھا هے که رسول دشمنی میں پیش پیش تھے(۱۵) اس معاهدے میں شامل نہیں کیا گیا۔ معلوم هوتا هے۔ که بعد میں یه قبائل بھی مشروط طور پر اس معاهدے میں شامل هوگئے(۱۶) لیکن یه ایک

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ ایضاً ص ۱۲۳۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ ایضاً ص ۱۳۵-۱۳۸۔

۱۶۔ رسول اللہ نے ''میثاق مدینه'' کے تحت یا علیحده طور پر قبائل مدینه کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ کیونکه موخرالذکر کی الواقدی نے بنو قینقاع اور بنو قریظه کے ساتھ کئے جانے والے معاهدے کی به الفاظ ذیل تصدیق کی ہے (مغازی، رسول اللہ، قاهره ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء ص ۱۳۸)۔ قال لما قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ المدینة و ادعته یهود کلها و کتب بینه و بینها کتابا و الحق رسول الله صلی الله علیه وسلم کل قوم بحلفا ئهم و جعل بینه و بینهم امانا و شرط علیهم۔ فکان فیما شرط الا ینیا مروا علیه عدوا۔ فلما اصاب رسول الله صلی الله علیه وسلم اصحاب بدر و قدم المدینه بغت یهود و قطعت ماکان بینها و بین رسول الله صلی الله علیه وسلم من العهد۔

تاریخی المیہ ہے کہ ان یہودی قبائل نے مسلمانوں سے دھوکہ کیا اور معاہدے کی صریح خلاف ورزی کی۔ جس کی بنا پر بنو نضیر اور بنو قینقاع کو مدینہ بدر کر دینا پڑا اور اسی طرح بنو قریظہ کی بیخ کنی بھی کرنی پڑی۔ تاریخی طور پر اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا اور واقعات نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ اسلامی نظریاتی سلطنت کی ابتدا ہی میں مسلمان اس نتیجے پر پہنچ گئے۔ کہ نئے نظام کی بقا اور حفاظت کی ذمہ‌داری، صدق دلی اور سرگرمی سے، صرف مسلمان ہی پوری کرسکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے درمیان موجود اقلیتوں کو ریاست کے دفاع کا کام نہیں سونپا جا سکتا۔ اور نہ ہی وہ روحانی سکون کے ساتھ اس میں حصہ لے سکتے۔ چنانچہ اس بنا پر انہیں فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

لیکن مسلمانوں نے چونکہ انہیں سیاسی، مذہبی اور سماجی مراعات دی ہوئی تھیں (۱۷) اور انہیں جان و مال کے تحفظ کا پورا حق ریاست نے دیا

وہ لکھتا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو تمام یہودیوں نے آپ سے تعلقات استوار کرلئے اور آپ کے اور یہود کے مابین ایک تحریری معاہدہ ہوگیا۔ آپ نے ان کے حلیفوں کو ایک دوسرے سے منسلک کردیا۔ آپ ص نے ان کے اور اپنے مابین ایک دوسرے کو تحفظ دینے کا اقرار لیا۔ علاوہ ازیں دیگر شرائط بھی ان کے ساتھ طے پاگئیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں سے مل کر مسلمانوں پر یلغار نہیں کریں گے۔ جب اللہ کے رسول نے برر میں قریش پر فتح حاصل کی اور مدینے واپس تشریف لائے۔ چند یہودی (غالباً بنو قینقاع) قبائل نے اپنے اور رسول اللہ کے مابین کئے گئے عہد سے انحراف کیا۔ بنو قرظیہ کے ساتھ رسول اللہ کے معاہدے کے لئے دیکھئے محمد بن سعد، اڈیشن کتاب الطبقات الکبری، لیڈن ۱۳۲۵ھ حصہ دوم (القسم الاول من الجز الثانی) ص ۲۸۔

۱۷۔ اقلیتوں کو سیاسی، مذہبی اور سماجی تحفظ دئے جانے کی متعلقہ دفعات میثاق یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ یہ معاہدہ آپ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ (حمید اللہ مجموعہ وضائق السیاسیہ، اڈیشن ثانی، قاہرہ، ۱۳۷٦ھ مطابق ۱۹۵٦ء ص ۱۱۲)۔

ولنجران و معاشیتها جوار الله و ذمة محمد النبی رسول الله علی اموالهم وانفسهم و ملتهم و غائبهم وشاهد هم وعشیرتهم وکل ماتحت ایدیهم من قلیل او کثرلا یغیر اسقف من اسقفیة ولا راهب من رهبانیة ولا کا هم من کهانته ولیس علیهم دنیة ولادم جاهلیة ولا یحسرون ولا یعسرون ولا یطا ارضهم جیش ومن سئال منهم حقا فبینهم النصف غیر ظالمین و لا مظلومین۔

کہ نجران کے رہنے والے اور ان کے ماتحت لوگ، اللہ اور اس کے رسول کی امان میں رہیں گے اور کہ ان سب کی جان و مال، زمین اور نسل کی اور ان کی جو اس وقت موجود نہیں اور ان کی جو حاضر ہیں۔ نیز ان کے کنبوں کی، ان کے گرجاؤں کی اور ان کے مال و اسباب کی

تھا۔ لہذا ان سے معمولی سا حربی ٹیکس لیا گیا۔ جسے عرف عام میں جزیہ کہا جاتا ھے۔ جزیے کو اسلام میں غیر مسلموں کے لئے سزا نہیں سمجھنا چاھئے۔ حضرت عمر کے دور (١٢ تا ٢٢ھ) میں ھونے والے واقعے سے اس کی وضاحت ھو جاتی ھے۔ جب یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے اسلامی مقبوضہ علاقوں پر حملہ کرنے کے لئے کثیر تعداد میں فوج اکھٹی کی ھے۔ تو مسلمان جرنیل ابو عبیدہ نے یہ سمجھ کر کہ میں غیر مسلم کی جان و مال کی بخوبی حفاظت نہ کر سکوں گا، اس علاقے سے جمع کردہ جزیے کو واپس کردینے کا حکم دیا(١٨) اس حکم میں اس امر کی وضاحت بھی کردی گئی۔ کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنے طور پر فوجی خدمات سرانجام دینا چاھے تو جب تک وہ فوجی خدمات سرانجام دیگا۔ اس ٹیکس سے مستثنیٰ رھے گا(١٩)

تاھم اس سے انکار نہیں کہ بعض دفعہ کچھ غیر منصف مسلمان حاکموں کی طرف سے ذمیوں کے ساتھ ناانصافی بھی ھوئی۔ اور ان پر ظلم و ستم بھی روا رکھا گیا۔ لیکن اس کو اسلام کا ایک عام اصول قرار دینا غلط ھے۔ یہ حقیقت اتنی واضح ھے۔ کہ مشہور غیر مسلم دانشور پروفیسر مجید خدوری کو بھی اسے تسلیم کرنا پڑا۔ وہ لکھتا ھے:

''اگر اس دور میں کبھی کبھار عدم رواداری کا مظاھرہ کیا بھی گیا تو اسے محض حکومت کے بڑھتے ھوئے جبر کی علامت کہا جاسکتا ھے۔ جس سے مسلم آبادی کو بھی اتنا ھی دوچار ھونا پڑا۔ جتنا کہ غیر مسلم آبادی کو لوگوں کے تشدد کا رخ بعض اوقات غیر مسلموں کی طرف ھوجاتا۔ لیکن

ضمانت دی جائے گی ۔ ھر چھوٹے یا بڑے گرجا سے کسی پادری یا کسی درویش کو علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ نہ ھی کسی پادری کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ رھبانیت ترک کردے۔ زمانہ جاھلیت کے دور کا نہ خون بہا طلب کیا جائے گا۔ نہ تاوان کی وصولی کے لئے کسی قسم کی سختی کی جائے گی۔ اور نہ ھی انہیں اراضی سے بے دخل کیا جائے گا۔ جو انصاف طلب کریگا۔ اسے انصاف مہیا کیا جائے گا۔ نہ کوئی ظالم ھوگا نہ کوئی مظلوم۔

١٨ - ابو یوسف، کتاب‌الخراج، دوسرا ایڈیشن، قاھرہ، ١٣٨٢ھ ص ١٣٩ -

١٩ - الطبری، تاریخ لا لامم والملوک، قاھرہ ١٢٣٦ھ، ٣ : ١٩٣ - ٩٥ -

یہ تشدد ظالم حکومت کے خلاف بے چینی کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے زیر سایہ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں کی جان و مال غیر محفوظ تھی۔ اور ان کی سلامتی کو خطرہ لاحق تھا۔ اگر کچھ حکام اور خلفاء سخت گیر تھے یا جابر تھے تو دوسرے عالی ظرف اور فیاض بھی تھے۔ کسی ظالم حکومت میں ذمیوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہوگی۔ تو مسلمان بھی اس دور میں محفوظ نہ ہوں گے۔ جہاں ذمیوں کے ساتھ سبنیہ بدسلوکی کا ذکر ملتا ہے وہاں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس ظالم حکومت یا اس دور میں ان کے ساتھ کس حد تک بدسلوکی ہوئی ہے۔ اسلامی حکومت میں ذمیوں سے سلوک کو اس زاویہ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ چند غیر ذمہ‌دار خلفاء یا چند لاپرواہ حکام نے کیا کیا ہے۔ بلکہ اسلامی قوانین میں رواداری کی تلقین کرنے والی دفعات اور اس عمومی طرز سلوک کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ جو نسلاً بعد نسلاً ہر دور میں ذمیوں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے یا ان ادوار میں بالعموم جو آزادی، تحفظ اور فارغ البالی پائی جاتی تھی۔ اس کا جائزہ لینا چاہئے،،(٢٠)

پس قرآنی تعلیم اور اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر اقلیتیں حکومت کی پوری طرح وفادار رہیں اور ملکی دفاع میں حصہ لینے پر رضامند ہوں۔ تو جہاں تک ان کی جان و مال کی سلامتی اور ان کے تحفظ کا تعلق ہے اسلام اس بارے میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتا۔ کیونکہ اسلام پہلے فرد اور پھر معاشرے کی بہبودی کا خواہاں ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کی یہی رواداری اور حسن سلوک تھا۔ جو ابتدائے اسلام میں ان قبائل کے ساتھ بھی روا رکھا گیا۔ جو اسلام پر ایمان لے آئے اور ان کے ساتھ بھی جو ایمان نہیں لائے اور بدستور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ اور اسی رواداری کی بدولت آج تک خوش و خرم زندگی

٢٠۔ مجید خدوری: War & Peace in the Law of Islam ص ٢٠٠-٢٠١۔

بسر کرتے چلے آرہے ہیں ۔ آج بھی عرب ممالک میں جو عیسائی اور یہودی اقلیتیں پائی جاتی ہیں ۔ وہ انہی ''ذمیوں،، کی اولاد ہیں ۔ جو اسلامی طرز حکومت کے شاندار ماضی سے اب تک خوش و خرم زندگی بسر کررہے ہیں ۔ اس سے اسلام کے زیر عاطفت بسنے والوں کے ساتھ اسلامی رواداری کی پوری تصدیق ہوجاتی ہے ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اسلام اگرچہ خالص توحید پرست مذہب ہونے کی بنا پر بت پرستی اور ہر قسم کے شرک کی مذمت کرتا ہے ۔ تاہم وہ کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے جبر و اکراہ کے طریقے استعمال کرے ۔ اسلام تمام توحید پرست مذاہب کو اشتراک و تعاون کی دعوت دیتا ہے ۔ اور عالمی امن و سلامتی، نوع انسانی کی بہبود اور سب کو ایک امت بنانے کے لئے مشترک جدوجہد کی دعوت دیتا ہے ۔

اس عظیم خوبی (Summun Bonam) کے حصول کی خاطر، اسلام اپنے بنیادی اصولوں مثلاً تمام مذاہب کے پیغمبروں کی تعظیم وغیرہ پر زور دیتا ہے ۔ اور جنگ برائے جنگ سے، ظلم اور سخت گیری سے روکتا ہے ۔ اور دنیا میں امن و سلامتی کے قیام و عدل گستری پر زور دیتا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ ایک اسلامی مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہوتا ہے ۔ لیکن اس کے باوجود ایسی مملکت میں ان غیر مسلموں کو بھی برابر کے حقوق، تحفظ کی ضمانت اور قانونی سہولتیں دی جاتی ہیں ۔ جو اس مملکت کے انتظامی امور اور امن و سلامتی برقرار رکھنے میں تعاون کرتے ہیں ۔